REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.2331(UIF)
VOLUME - 7 | ISSUE - 6 | MARCH - 2018

فکشن میں عصمت چغتائی کا مقام

Imran Hussain Shah
Assistant Professor (Urdu)
Govt, Women Degree College, Udhampur.
Jammu And Kashmir

ABSTRACT

A rebellious attitude, radical thinking, progressive mind, and a daring voice to speak on the taboos, is what makes Ismat Chughtai a writer of unforgettable repute and caliber who carved a niche for herself in the Urdu world of literature. Chughtai was one of the foremost writers of the Progressive Writers Association (PWA) which was formed to address unprecedented and ignored issues and problems. Chughtai introduced the urban middle-class Muslim society and culture into mainstream Urdu literature. This paper focuses on the events, influences, convictions, and beliefs that have gone into the making of Ismat Chughtai artistic sensibility. Her work is the reflection of her beliefs, and her writing especially her short fiction has put many women's issues at the center of discussion for people to understand and thrash out which were not discussed in the past and had been ignored. Her own struggles, turmoil, problems and issues on the personal level have come under scrutiny and have been analyzed in order to understand her writings better as her fiction and personal life are inextricably linked and are inseparable from each other. Some biographical incidents which have facilitated her in becoming an ardent feminist and realist in her approach and writing have also been examined to have a comprehensive understanding of her world.

Ismat Chughtai in the world of Urdu literature reigned supreme and made her presence felt in it with her bold, frank, and witty style. Avowedly associated with Progressive movement, she played a pivotal role in the development of Urdu short story by portraying the existing clashes of her time in the middle-class Muslim contemporary society. In the early decades of twentieth century when women were behind the "purdah" and it was unconventional writing of woman and about the woman as they were marginalized and never deemed important enough to be talked about, she emerged as a staunchly feminist writer. She unreservedly lashed out patriarchal ways of subjugating and suppressing women in her writing, especially in the world created in her stories. Her many short stories and novels have been translated into English, placing her as a writer of international recognition.

فکشن میں عصمت چغتائی کا مقام

عصمت چغتائی ترقی پسند تحریک کے دور میں کامیاب افسانہ نگار ہیں-جنھوں نے اردو کے افسانوی ادب میں موضوعات اور اسلوب کے لحاظ سے انقلاب انگیز تبدیلیاں پیدا کی اور افسانہ نگاری، خاکہ نگاری، ناول نگاری میں بلند مقام بھی حاصل کیا۔

اتر پردیش میں پیدا ہوئیں، جودھ پور میں پلی بڑھیں،جہاں ان کے والدمرزا قسیم بیگ چغتائی ایک سول ملازم تھے-ان کے دادا جسیم بیگ چغتائی کا شمار شہر کے معزز اور دانشور افراد میں ہوتا تھا۔ عصمت چغتائی کے نانا مشہور صاحب قلم تھے جن کی تصنیف "رزم بزم" کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔ اس طرح پڑھنے لکھنے کا شوق ان کو ورثہ میں ملا تھا۔ عصمت چغتائی پر ان کے بھائی عظیم بیگ چغتائی کا خاص اثر ہے انہیں کی وجہ سے عصمت کا ذہن ادب کی طرف مائل ہوا اوریوں وہ حجاب اسمعیل ، مجنوں گورکھپوری اور نیاز فتحپوری کی نگارشات پڑھنے کی طرف مائل ہوئیں۔ بھائی کی بدولت ہی انہوں نے انگریزی اور تاریخ کے ساتھ قرآن و حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی ۔

عصمت چغتائی کوپڑھنےلکھنےاورمطالعہ کاشوق ابتدا سے ہی بےحدتھا۔ اس بات کے ثبوت کے لئے اتنا کافی ہے کہ عصمت ہندوستانی ادب کے علاوہ دیگر زبانوں اور دیگر ممالک کے ادب کو پڑھنے پر بھی ضد کرتی رہی اور اٹل رہی ۔ عصمت کو اپنے مطالعہ کے سبب ہی افکار و نظریات میں وسعت و گہرائی حاصل تھی ۔ عصمت نے جب افسانہ نگاری کا آغاز کیا تو وہ دور ترقی پسند تحریک کا دور تھا ۔ یعنی ۱۹۳۵ء میں عصمت نے اپنی کہانی "سہیلی" لکھ کر افسانہ نگاری کا آغاز کیا ۔ عصمت چغتائی کے سامنے منشی پریم چند کے افسانے موجود تھے جن سے انہوں نے کافی استفاد ہ حاصل کیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ پریم چند عصمت کے محبوب افسانہ نگار بن چکے تھے۔ محمد اشرف سے ایک ملاقات کے موقع پر عصمت کہتی ہیں کہ :

"ایک انگلی سے چھونے پر تو میں رائٹر بن گئی ۔ اگر پورا ہاتھ
رکھ دیتی تو نہ جانے کیا بن جاتی اور کیا کیا ہو جاتی ۔ میرے
قلم میں جو طاقت آئی وہ پریم چند کے چھونے سے آئی ۔"۱

عصمت چغتائی پریم چند کے علاوہ ٹیگور سے بھی متاثر تھیں ۔ عصمت نے جس دور میں اپنے قلم کے جوہر دکھائے اس دور میں ان کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں منٹو ، بیدی اور کرشن چندر بھی کافی مقبول ہو چکے تھے۔ عصمت نے ان تینوں سے الگ اپنی راہ استوار کی۔ کرشن چندر نے مناظر قدرت کے مقامی رنگ و بو کے امتزاج سے اپنے افسانوں کی فضا تخلیق کی تو بیدی نے جذباتیت اور معاشرہ کی ذہنی ابتری اور پنجاب کی دیہی زندگی کی ترجمانی اپنے افسانوں میں کی۔ منٹو نے اپنے افسانوں میں نفسیاتی خواہشات اور جنسی کیفیات کے مظاہرے کو بے باکی سے پیش کیا۔ لیکن عصمت نے ان تینوں سے علیحدہ گھریلوں زندگی ، خاص طور پر متوسط مسلم طبقے کی لڑکیوں کی دبی کچلی خواہشات ، آرزوں ، امنگوں اور ان کے دیگر مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔

عصمت چغتائی نے مختلف فلموں کی کہانیاں اور ڈائیلاگ بھی لکھے ، جس میں شکایت ، ضدی ، آرزو، بزدل، گرم ہوا اور جنون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے دس ناول بھی لکھے۔ '' ٹیڑھی لکیر''، 'ضدی''، '' معصومہ'' ،'' ایک قطرہ خون''،'' سودائی ''،'' جنگلی کبوتر''،'' عجیب آدمی''،'' باندی''،'' دل کی دنیا''،'' اور ''انسان اور فرشتے''خاص طور پر شامل ہیں۔

عصمنت چغتائی کے افسانوی مجموعوں میں کلیاں ۱۹۴۰، ایک بات ۱۹۲۵ء چھوئی موئی ۱۹۲۵، دو ہاتھ۱۹۲۶، کنواری(ہندی افسانے)، بدن کی خوشبو، زہر ، پہلی لڑکی، خرید یو، لحاف، آدھی عورت آدھا خواب ، خاص ہیں۔

عصمت نے افسانے کی دنیا میں اپنی منفرد شناخت تو قائم کرلی لیکن ایک عرصے تک وہ ممنوعہ موضوعات کو قلمبند کرنے کی مجرم ٹھہرائی جاتی رہیں-افسانہ 'لحاف ' لکھ کرادب کے میدان میں انہوں نے اپنے مخالفین کی گنتی میں اضافہ کر لیاناقدین کوان کابے باکانہ تخلیقی اظہارپسند نہ آیا اورخوب لعن طعن ہوئی-نتیجہ یہ ہوا کہ ناقدین نے ان کی تخلیقات کو نظر انداز کیااوران کے دیگر فنی اوصاف کو پس ِپشت ڈال کر صرف جنس نگار کے طور پر سمجھا اورپرکھاگیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عصمت چغتائی نے جنس کو ایک سماجی مسئلے کے طور پر اپنی تخلیقات میں برتا اور اس حوالے سے وہ موضوعات قلمبند کئے جو سماج کے ٹھوس حقائق پرہی مبنی تھے۔

عصمت کے اہم موضوعات میں نوجوان لڑکے لڑکیوں کی جنسی کج رویاں اور بے راہ روی، عورتوں کا جنسی و جسمانی استحصال ،شوہروں کی نظرانداز کی گئی جنسی ناآسودگی کی شکار خاندانی عورتیں، کمسن بیوہ اورمرد کی ٹھکرائی گئی طلاق شدہ خواتین ،طبقاتی عدم مساوات ،نفسیاتی پےچیدگیاں اور دیگر خانگی مسائل بطور خاص شامل ہیں۔

"چوتھی کا جوڑا " عصمت کا ایک شاہکار افسانہ ہے-موضوع کے اعتبار سے کبریٰ غریب گھرانوں میں پیدا ہونے والی ان بیٹیوں کی علامت ہے جن کا 'پیا دیس' جانے کاسپنا غربت و افلاس کی وجہ سے کبھی پورا نہیں ہوتا۔ ان کی جوانی بابل کی چوکھٹ پرہی گہنا جاتی ہے اوراس دکھ کو سینے سے لگائے وہ کبھی دق کی مریضہ بن کرموت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں یا والدین کی چوکھٹ پر بیٹھی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ عصمت نے اس افسانے میں کبریٰ کے گھر کی غربت اور اس کے نتیجے میں اس کی شادی میں پیش آنے والی دقتوں کے مناظر پیش کرتے ہوئے ایک رقت انگیز فضا قائم کر دی ہے لیکن

افسانے کی زیریں تہہ میں ایک سوگوار رومانی فضا بھی چھائی رہتی ہےیہ رومان کبریٰ کے ان خوابوں سے پیدا ہوتا ہے جو وہ اپنی شادی کے حوالے سے دیکھتی ہے اوریہ رومان سوگوار یوں ہو جاتا ہے کہ اس کے یہ خواب ہر بار ٹوٹ جاتے ہیں۔افسانے کی کردار کبریٰ کی جوانی ڈھلتی جا رہی ہے، بالوں میں چاندی کے تار چمکنے لگے ہیں، وجود پر اداسی نے مستقل ڈیرا ڈال لیا ہے۔اب نہ آنکھوں میں جگنوچمکتے ہیں نہ دل میں امنگیں اٹھتی ہیں۔ کبریٰ اس کی ماں اوربہن " حمیدہ "، "راحت " نام کے ایک رشتے دارلڑکے کی اپنے گھر میں آمد سے بہت خوش ہیں اورراحت کے ساتھ کبریٰ کی شادی کے خواب دیکھنے لگتی ہیں۔کبریٰ بھی پھرایک باراپنے خوابوں کا جہان آباد کر لیتی ہے جو کہ کسی بھی جوان کنواری لڑکی کے لیے فطری بھی ہے۔راحت کی کسی داماد کی طرح خاطرداری ہوتی ہے کبری کی چھوٹی بہن حمیدا خدا سے دعا مانگتی ہے :

"اللہ !میرے اللہ میاں ! اب کے تو میری آپا کا نصیب
کھل جائے۔ میرے اللہ میں سو رکعت نفل تیری درگاہ
میں پڑھونگی ۔"٢

اس افسانے میں عصمت چغتائی نے مسلم متوسط طبقہ کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیات کو فنی چابکدستی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

افسانہ "بھول بھلیاں"مشترکہ خاندان کی کہانی ہے۔ افسانے کی راوی خود ایک کردار ہے اور واحد متکلم بھی وہی ہے۔ اس کے چچا کا بیٹا "صلّو" ہے عمر میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے اسے رقّو باجی کہتا ہے۔ لیکن رقّو کے تئیں اس کے دل میں بہنوں والے جذبات نہیں ہیں۔ وہ جیسے جیسے بڑا ہو رہا ہے اس کے اندرہیجان انگیز جذبات جنم لینے لگتے ہیں۔ ان جذبات کو محبت کا نام نہیں دیا جا سکتا لیکن جنسی کشش ضرور کہا جا سکتا ہے۔ رفتہ رفتہ رقّو بھی اس میں ملوث ہو جاتی ہے دونوں کے بیچ جنسی کشش بڑھتی جاتی ہے اورآخر کار جنسی رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔

مذکورہ افسانے میں رومانی اور جذباتی عناصر اور جنسی اشتہار پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔عصمت کی کہانیوں میں جنسی رشتے رومان کی راہ سے گزار کر استوار ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں"جنس" محبت اوررومان کے ساتھ سامنے آتی ہے۔عصمت کی کہانیاں پڑھ کر تلذّذ حاصل کرنے والی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ محبت کے جذبے سے پیدا ہونے والی رومانی فضاقاری کے جمالیاتی ذوق کو انگیز کرتی ہے۔ افسانہ "گیندا"،"تل"،"جال"اور "ہیرو" اسی قبیل کے افسانے ہیں۔

"دو ہاتھ " عصمت کا ایسا افسانہ ہے جس میں وہ انسانیت کے وسیع تصوّر کو سامنے لاتی ہیں یہ دو ہاتھ سماج کے مظلوم اور محنت کش طبقے کے ناجائز بچے کے ہاتھ ہیںیہ ہاتھ حرامی ہونے کی وجہ سے معاشرے کو بھلے ہی قابلِ قبول نہ ہوں لیکن افسانہ نگار کا اسرار ہے کہ ان ہاتھوں کو حرام یا حلال سمجھ کر نہیں ایک انسان کے ہاتھ سمجھ کر تسلیم کیا جانا چاہیے۔ رام اوتار گوری سے بیاہ کے فوراً بعد فوج میں بھرتی ہوجاتا ہے ۔ رام اوتار کے جانے کے دو سال بعد گوری کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے ۔رام اوتار کی ماں اور آس پڑوس کے لوگ گوری پر انگلی اٹھاتے ہیں ۔ سال بعد رام اوتار واپس آتا ہے ۔ لوگ اس کو پوری داستان سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بیوی اور بچہ دونوں کو گھر سے نکال دے لیکن رام اوتار ایسا کرنے کے بجائے دونوں کو گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے :

"سرکار لونڈا بڑا ہو جاوے گا اپنا کام سمیٹے گا"۔
رام اوتار نے گڑ گڑا کر سمجھایا" وہ دو ہاتھ
لگائے گا تو اپنا بڑھاپا تیر ہو جائیگا"۔ ندامت
سے رام کا اوتار کا سر جھک گیا۔"٣

"دو ہاتھ " افسانے میں انسان دوستی کا تصوّر عصمت کے علامتی اظہار اور ان کے رومانی اسلوب کوسامنے لاتا ہےمحبت واخوت کا یہ تصوّر افسانہ " گیندا "میں بھی موجود ہے جس میں" گیندا " نام کی لڑکی افسانے کی راوی کی سہیلی ہے ،دونوں کا بچپن ساتھ کھیل کر گزرا ہے۔ راوی خود بھی افسانے میں ایک کردار ہے مرد کردار راوی کے بھائی کا ہے جوگیندا کو اپنی جھوٹی محبت کے جال میں پھنسا کر اس کا جنسی استحصال کرتا ہے۔ گیندا ناجائز بچے کی ماں بنتی ہے اور اس کی پرورش بھی کرتی ہےسہیلی کے گھر کے افراد گیندا کو ہی قصوروار ٹھہراتے ہیں اسے آوارہ اور بدچلن کہتے ہیںسہیلی کا بھائی جو اس بچے کا باپ ہے ،بچے کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔

عصمت صدیوں سے چلی آرہی معاشرے کی اس ذہنیت کو قبول کرنے کے لیے ہرگز تیّار نہیں کہ جس میں ناجائز بچے کی ماں بننے پر صرف عورت کوہی گناہ گار ٹھہرایا جاتا ہو۔ان کے لیے یہ بھی قابل قبول نہیں تھا کہ سماج اس عورت اوراس کے ناجائز بچے کے ساتھ نفرت کرے یا ظالمانہ سلوک روا رکھے۔عصمت کے لیے یہ صورت حال نا قابل برداشت تھی کہ ایسا عمل یا گناہ جس میں عورت مرد دونوں برابر کے شریک ہوں اورسزا وارصرف عورت ٹھہرائی جائے ، وہ اسے عورت کے ساتھ ظلم اور نا انصافی سے تعبیر کرتی ہیں۔کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ عورت کا ہی استحصال ہو اور اس کو ہی سزا دی جائے۔عصمت نے احتجاجاً ایسے معاشرتی رویّوں پر کھل کر لکھا۔ عورت ہی نہیں ہر مظلوم کے ساتھ سماج کے

ظالمانہ سلوک سے بغاوت کا رجحان دراصل رومانیت کا ہی ایک زاویہ ہے اور عصمت کے افسانوں میں یہ رجحان خوب خوب دکھائی دیتا ہے۔

ان کا ایک افسانہ "جہاں اور بھی ہیں" کا پس منظر یوپی کاضلع بہرائچ اور اورسید سالار مسعود غازی کی درگاہ ہے۔ یہ افسانہ ایک اہم اور سنجیدہ موضوع پر مبنی ہےتین عورتوں کی الگ الگ تین کہانیاں ہیں جو اختتام پر ایک ہی کہانی بن جاتی ہےیہ تینوں عورتیں ، سماج کی رسوم و قیود میں پھنسی ہوئی ناآسودہ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔جنسی گھٹن جھیلتی ان عورتوں کی زندگی میں کوئی امنگ نہیں ہے ،ان سب نے اپنے خیالی محبوب بنا لیے ہیں۔"رادھا بائی" بال ودھوا ہے اس نے غازی میاں کو اپنا محبوب مان لیا ہے اور مزار پر پڑی رہتی ہے یا جنگلوں میں برہا گیت گاتی گھومتی ہے۔"رادھا"کہتی ہے کہ "غازی میاں" پر وہ اپنا دل ہار بیٹھی ہے ،"بوا"ہیں جن کا کہنا ہے کہ"بالے میاں" کا دل ان پر آگیا ہے وہ تصوّر میں بالے میاں کی چھیڑ خانیوں سے محظوظ ہوتی رہتی ہیں---"قدسیہ خالہ" شوہر کی ٹھکرائی عورت ہیں،شوہر نے دوسری شادی کر لی۔ دس سال ہو گئے قدسیہ خالہ ماں کے گھر پڑی دن رات گیلی لکڑی کی طرح سلگتی رہتی ہیں

"قدسیہ خالہ جنکے شوہر ایک میم کے عشق میں گرفتار ہیں اور قدسیہ
خالہ کے لئے زندگی ایک جہنم سے بدتر ہو کر رہ گئی ہے وہ نا تو
انہیں طلاق دیتے ہیں اور نا ہی اپنے عشق کو بھلانے کی کوشش
کرتے ہیں۔ مجبور ہر کر قدسیہ خالہ اپنے پرانے عاشق رشید میاں
کے ساتھ فرار ہو جاتی ہیں اور انگلینڈ چلی جاتی ہیں ۔"۴

عصمت اپنی باریک بیں نظر اور تیز مشاہداتی قوّت سے اپنے کرداروں کے اندر ون میں سرایت کر جاتی ہیں اور کرداروں کی نفسیاتی اور جذباتی الجھنوں کو اپنی غیر معمولی تخلیقی صلاحیتوں سے فن کے سانچے میں ڈھال لیتی ہیں۔

عصمت کا ایک اور افسانہ "چھوٹی آپاہے" اس افسانے میں بھی واحد متکلم اپنی بہن کی ڈائری چھپ کرپڑھتی ہے جس میں اس کی چھوٹی آپانے اپنے سابقہ محبوب اور محبت کے دنوں کی بہت ساری باتیں درج کی ہیں۔اس افسانے میں ڈائری کے اوراق کے سہارے عصمت نے عشق کے الوہی جذبے اور وجدانی کیفیت کا اظہار کیا ہے۔ افسانہ"چھوٹی آپا" میں عصمت نے نوجوان نو خیز لڑکیوں کے مسائل کو اجاگر کیا ہے اس افسانے کے ذریعے عصمت نے متوسط طبقہ کی ان نوجوان لڑکیوں کی زندگی کو دکھایا ہے جو شباب کی منزل طے کر رہی ہوتی ہیں اور اس دوران ان کے اندر جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ان کی تصویر کشی بخوبی کی ہے ۔ عصمت نے جس طرح سے نوجوان لڑکیوں کے جذبات ، امنگو ں اور ان کی نفسیات کو پیش کیا ہے وہ محض ان کا مشاہدہ ہی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی کیفیا ت کی ترجمانی بھی ہے ۔ عصمت کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے سماج کی نوجوان لڑکیوں کی ذہنی و جسمانی الجھنوں کو کامیابی کے ساتھ اپنا موضوع بنایا ہے ۔

عصمت چغتائی کو زبان پر پوری قدرت حاصل ہے ۔ ان کے جملے فقرے اور الفاظ کہانی کے جذبات و احساسات کو آگے بڑھانے میں مدد گار ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کہانی کے پلاٹ کو بھی مضبوط بناتے ہیں ۔ متوسط مسلم گھرانے کا پورا نقشہ اپنی زبان سے ادا کر دیتی ہیں۔

مجموعی لحاظ سے عصمت چغتائی نے ایسے جنسی اور سماجی مسائل کو موضوع بنایا ہے جن کا اُس دور میں ذکر کرنا جرات مندی کی علامت ہے ۔ عصمت چغتائی سماجی اور جنسی حقیقت نگاری کے حوالے سے افسانے کی تاریخ کا نام ہے جس کے ہاں انفرادیت اور دوسروں کو متاثر کرنے کی بھر پور صلاحیت موجود ہے۔

حواشی :

۱۔ عصمت چغتائی، چھوئی موئی، افسانہ چوتھی کا جوڑا، ص ۹۱
۲۔ ایضاً.................ص ۹۱
۳۔ عصمت چغتائی کے سو افسانے ، عصمت چغتائی، دہلی، ص ۳۷
۴۔ تنقیدی زاویئے ، عبادت بریلوی، ص ۲۷۵